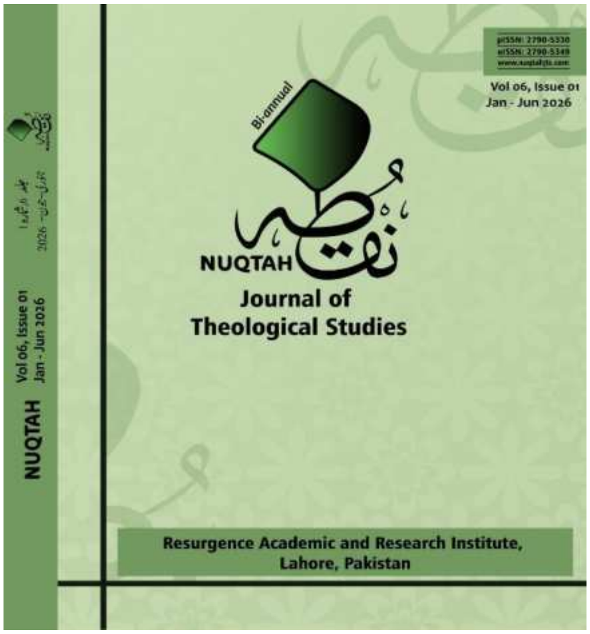

Nuqtah Journal of Theological Studies

Editor: Dr Shumaila Majeed

(Bi-Annual)

Languages: English, Urdu, Arabic

p-ISSN: 2790-5330 e-ISSN: 2790-5349

https://nuqtahjts.com/index.php/njts

Published by:

Resurgence Academic and Research Institute Lahore (53720), Pakistan

Email: editor@nuqtahjts.com

عالمی مالیاتی نظام اور اسلامی بینکاری کے مابین فرق کی وجوہات اور ان کے معاشی و سماجی اثرات: ایک تقابلی جائزہ

A Comparative Study of the Causes of Differences Between the Global Financial System and Islamic Banking and Their Economic and Social Impacts

Rukhshanda Yasmin

PhD scholar, Department of Quranic Studies, The Islamia University of Bahawalpur.
Email: rukhshichudry123@gmail.com

Prof. Dr. Zia ur Rehman

Chairman, Department of Quranic Studies, The Islamia University of Bahawalpur.
Email: zia.rehman@iub.edu.pk

Published online: 17 March, 2026

View this issue

OPEN ACCESS

CC BY

Complete Guidelines and Publication details can be found at:

https://nuqtahjts.com/index.php/njts/publication-ethics

Abstract

The global financial system and Islamic banking represent two economic systems based on different theoretical foundations. The conventional global financial system is largely based on interest, loans, and the principles of financial markets. In contrast, Islamic banking operates in accordance with the principles of Islamic law (Shariah), emphasizing the avoidance of interest, profit-and-loss sharing, and a strong connection with real economic activities. The fundamental differences between these two systems are not limited to financial mechanisms; rather, their economic, social, and ethical impacts are also significantly different.

The purpose of this research is to highlight the key reasons behind the differences between the global financial system and Islamic banking and to analyze their economic impacts. The study finds that the interest-based system often leads to the concentration of wealth, economic inequality, and a higher likelihood of financial crises. On the other hand, Islamic banking promotes fair risk-sharing, real investment, and the principles of social justice. Furthermore, the Islamic financial system can contribute to sustainable economic development by linking financial activities with real production and trade.

Keywords: Global Financial System, Islamic Banking, Riba, Musharakah, Mudarabah, Economic Justice, Sustainable Economic Development.

موضوع کا تعارف

انسانی تہذیب کے ارتقاء میں معاشی استحکام کو ہمیشہ سے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت حاصل رہی ہے۔ موجودہ دور میں عالمی مالیاتی نظام(Global Financial System) اپنی تمام تر پیچیدگیوں کے ساتھ پوری دنیا پر محیط ہے، تاہم اس نظام کی بنیادیں زیادہ تر مادی مفادات، سود(Riba)اور سرمائے کے ارتکاز پر استوار ہیں۔ اس کے برعکس، اسلام نے دنیا کو ایک آفاقی، عالمگیر اور مستقل نظام دیا ہے، جس میں ہر ایک کے لیے بھلائی اور خیر خواہی کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ اسلامی بینکاری(Islamic Banking)ایک ایسے ہمہ گیر نظامِ معیشت کی علمبردار ہے جو نہ صرف مادی خوشحالی بلکہ دنیا و آخرت کے نفع و نقصان، اخلاقی اقدار اور سماجی انصاف کو بھی مقدم رکھتا ہے۔

عالمی مالیاتی نظام اور اسلامی بینکاری میں نظریاتی اور عملی طور پر واضح تضادات موجود ہیں۔ عالمی مالیاتی اداروں کا محور صرف دنیاوی اور مادی مقاصد ہیں، جہاں اکثر ایسی پالیسیاں مرتب کی جاتی ہیں جو صرف طاقتور اور مراعات یافتہ طبقے کو فائدہ پہنچاتی ہیں، جس کے نتیجے میں امیر اور غریب کے درمیان معاشی خلیج وسیع ہوتی ہے اور فساد بڑھتا ہے۔ اس کے مقابلے میں اسلام کا دیا ہوا نظامِ معاش ایک کامیاب اور خیر پر مبنی نظام ہے، جس میں دولت کی گردش کو چند ہاتھوں تک محدود رکھنے کی بجائے معاشرے کے تمام طبقات تک پھیلانے پر زور دیا گیا ہے تاکہ معاشی توازن برقرار رہے۔ انہی بنیادوں پر درج ذیل میں دونوں نظاموں کے نظریہ و نظامِ معاش کے درمیان موجود وجوہِ فرق اور ان کے معاش پر اثرات کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ اسلامی فریم ورک کس طرح انسانیت کی فلاح کا ضامن ہے۔

سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ

عالمی مالیاتی نظام اور اسلامی بینکاری کا تقابلی مطالعہ عصرِ حاضر کے علمی حلقوں میں ایک اہم موضوع رہا ہے اور اس پر مختلف اہلِ علم نے گراں قدر کام کیا ہے۔ ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی نے اپنی مختلف تحریروں میں اسلامی بینکاری کے مقاصد اور روایتی نظام کے مقابلے میں اس کی برتری کو معاشی عدل کے تناظر میں بیان کیا ہے ان کی کتاب غیر سودی بینکاری[1] اور اسلام کا نظریہ ملکیت[2] اس ضمن میں اہم تصانیف ہیں۔ مفتی محمد تقی عثمانی کی تصنیف "غیر سودی بینکاری"[3] اس موضوع پر ایک بنیادی ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے، جس میں انہوں نے عالمی مالیاتی نظام کی خرابیوں اور اسلامی نظام کی عملی صورتوں پر تفصیلی بحث کی ہے۔ اسی طرح ڈاکٹر ایم عمر چھپرا نے اپنی کتاب

Islam and the economic challenge میں معاشی ترقی اور سماجی بہبود کے لیے اسلامی فریم ورک کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ روایتی مالیاتی نظام کس طرح معاشی عدم مساوات کا سبب بنتا ہے[4]۔اس موضوع پر مولانا محمد آصف قاسمی کی تصنیف "اسلام کا نظامِ تجارت" بھی اہمیت کی حامل ہے۔ مولف نے اس کتاب میں نہ صرف سودی نظام کی قباحتوں کو قرآن وسنت کی روشنی میں بیان کیا ہے بلکہ اسلامی بینکاری کے بنیادی ستونوں جیسے مضاربت اور مشارکت کے اصولوں پر بھی تفصیلی روشنی ڈالی ہے، جو معاشرے میں دولت کی منصفانہ تقسیم میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔

ان مقالات اور کتب میں اگرچہ نظریاتی فرق کو واضح کیا گیا ہے لیکن زیرِ بحث مقالہ خاص طور پر ان وجوہِ فرق کے انفرادی اور اجتماعی معاش پر پڑنے والے براہِ راست اثرات کو جدید معاشی تناظر میں پیش کرنے کی ایک علمی کوشش ہے۔

(1) اسلامی نظامِ معیشت کے اساسی ضوابط اور عصرِ حاضر میں ان کے سماجی و معاشی اثرات

تجارت، کاروبار اور بینکاری کے حوالے سے اسلام کا نقطہ نظر محض مالیاتی لین دین تک محدود نہیں، بلکہ یہ ایک ایسے ہمہ گیر سماجی انقلاب کی بنیاد رکھتا ہے جس میں تمام معاشرے کی فلاح و بہبود مضمر ہے۔ کسی بھی کاروبار میں شریک ہونے والے افراد کے درمیان عدل واحسان کا ایسا توازن برقرار رکھا جاتا ہے جس سے باہمی اعتماد اور سماجی یگانگت پروان چڑھے۔ اس کے برعکس موجودہ عالمی مالیاتی نظام میں اکثر ایسی پالیسیاں مرتب کی جاتی ہیں جو صرف سرمایہ دار اور مفاد پرست طبقات کو فائدہ پہنچاتی ہیں، جس کا براہِ راست نقصان معاشرتی ڈھانچے کو ہوتا ہے اور طبقاتی کشمکش جنم لیتی ہے۔ اسلامی بینکاری کا اصل امتیاز یہ ہے کہ یہ "سود" جیسے استحصالی عنصر کو ختم کر کے معاشرے کے محروم طبقات کو معاشی عمل کا حصہ بناتی ہے، جس سے نہ صرف غربت میں کمی آتی ہے بلکہ سماجی انصاف (Social Justice) کے تقاضے عملی طور پر پورے ہوتے ہیں۔ اسلامی مالیات اور تجارت کا بنیادی مقصد دولت کو چند ہاتھوں میں منجمد ہونے سے روک کر اسے معاشرے کے تمام طبقات تک پہنچانا ہے، تاکہ ایک ایسا متوازن معاشرہ تشکیل پا سکے جہاں معاشی استحکام اور انسانی ہمدردی ساتھ ساتھ چل سکیں، جبکہ عالمی مالیاتی اداروں کا محدود دائرہ کار اکثر انسانیت کے بجائے صرف سرمایے کے تحفظ تک محدود رہتا ہے۔

اسلامی بینکاری

اسلامی بینکاری اور تجارت ولین دین کی پالیسیاں ایسی ترتیب سے مرتب کی گئی ہیں کہ جن کی رو سے تمام انسانی معاشرہ فلاح و بہبود کی راہ پر گامزن ہوتا ہے۔ معاشرے کے تمام افراد کی خیر اور بھلائی کو مدنظر رکھا جاتا ہے اور جتنے بھی مالی وسائل ہیں ان کو تمام انسانوں کی دسترس میں لانے کی بنیاد پر پالیسیاں مرتب کی جاتی ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

كَيۡ لَا يَكُوۡنَ دُوۡلَةًۢ بَيۡنَ الۡاَغۡنِيَآءِ مِنۡكُمۡ[5]

"تاکہ وہ (اموال) تم میں سے (صرف) مال داروں کے درمیان گردش نہ کرتے رہیں۔"

لہذا اموال کی تقسیم اس طرح ہونی چاہیے کہ جس سے مال و دولت تمام لوگوں میں گھوم جائے صرف چند لوگ ہی اس سے استفادہ نہ کرتے رہیں۔ اور اسلامی بینکاری کا یہ نظریہ کائنات میں پھیلے ہوئے تمام نظریات سے بلند ہے۔ اگر بعد میں کسی نے اس کے قریب کے کوئی نظریہ اپنایا بھی ہے تو وہ اسلامی تصورات سے متاثر ہو کر ہی اپنایا ہو گا۔

گردشِ دولت کے سماجی استحکام اور معاشی نمو پر اثرات:

- اسلامی نظریہ کے مطابق جب مالیاتی نظام مرتب کیا جاتا ہے اور دولت کو گردش دی جاتی ہے، تو اس سے معاشرے کے محروم طبقات تک وسائل پہنچتے ہیں، جس کا براہِ راست نتیجہ سماجی ناہمواری کے خاتمے اور طبقاتی توازن کی صورت میں نکلتا ہے۔

- دولت کی گردش سے مہنگائی میں کمی آتی ہے، جبکہ احتکار اور اکتناز کی صورت میں نہ صرف مہنگائی بڑھتی ہے بلکہ غریب طبقات معاشی و سماجی طور پر مزید پسماندہ ہو جاتے ہیں۔ اس کے برعکس، جب دولت گردش میں ہو تو یہ معاشرے کی مجموعی فلاح اور سماجی بہبود کو بہتر کرنے کے لیے ایک بہترین موقع فراہم کرتی ہے۔
- اس نظام میں احتکار اور اکتناز کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی، جس کی وجہ سے معاشرے میں معاشی استحکام پیدا ہوتا ہے اور سرمایہ دارانہ استحصال کی بجائے باہمی تعاون اور سماجی عدل کی فضا قائم ہوتی ہے۔

عالمی مالیاتی نظام

موجودہ عالمی مالیاتی نظام میں صرف پیسہ ہی جمع کرنے کو بنیادی ترجیح سمجھا جاتا ہے اور اسی کے لیے ساری جدوجہد اور محنت وکاوش کی جاتی ہے۔ تمام پالیسیاں اسی کے لیے مرتب کی جاتی ہیں۔ اس میں دیگر کوئی اور مقاصد پیش نظر نہیں رہتے ہیں۔ معاشرے کے مختلف طبقات کے بارے میں کوئی فکر گیری کرنا موجودہ عالمی نظام میں مدنظر نہیں رہتا۔ عالمی مالیاتی نظام میں ہمیشہ ایسی پالیسیاں مرتب کی جاتی ہیں کہ جو دولت کو چند ہاتھوں میں سمیٹ دیتی ہیں۔ دولت کی گردش رک جاتی ہے۔ معاشرے کے بعض طبقات دولت سے فائدہ اٹھاتے ہیں جبکہ اکثر طبقات اس سے محروم رہ جاتے ہیں۔ درج ذیل اقتباس سے واضح ہے:

The interest rate mechanism in modern economies redistributes wealth upward, concentrating income among lenders, whereas profit-and-loss sharing in Islam distributes wealth more equitably across society.[6]

(جدید معیشتوں میں سودی نظام دولت کو اوپر کی سطح پر منتقل کرتا ہے اور آمدنی کو قرض دینے والوں کے درمیان مرتکز کر دیتا ہے، جبکہ اسلام کا منافع و نقصان میں شراکت کا نظام دولت کو معاشرے میں زیادہ منصفانہ طور پر تقسیم کرتا ہے۔)

یہ ایک مسلمہ اور واضح حقیقت ہے کہ موجودہ عالمی مالیاتی نظام میں ایسی پالیسیاں ہی مرتب کی جاتی ہیں کہ جو دولت کو چند ہاتھوں میں مرتکز کر کے رکھ دیتی ہیں۔ چند طبقات دولت سے مستفید ہو رہے ہیں اور باقی ساری دنیا اپنی بنیادی ضرورتوں سے بھی محروم ہے۔ اور یہ انتہائی غیر منصفانہ طرز ہے۔

عالمی مالیاتی نظام کے استحصالی مظاہر اور ان کے سماجی و معاشی اثرات:

- جب معیشت کا بنیادی مقصد صرف دولت جمع کرنا (Accumulation of Wealth) قرار پائے، تو انسانی ہمدردی اور خیر خواہی کا جذبہ ختم ہو جاتا ہے۔ اس کا سب سے بڑا سماجی نقصان معاشرے میں انتشار، باہمی بے اعتمادی اور اخلاقی پستی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، جو کہ معاشرتی توازن کو بری طرح متاثر کرتا ہے۔
- مروجہ نظام میں ذاتی مفادات اور مادہ پرستی کو فروغ ملتا ہے، جس سے معاشرے میں طبقاتی کشمکش اور چھینا جھپٹی کی جنگ شروع ہو جاتی ہے۔ یہ صورتحال سماجی امن کو غارت کر دیتی ہے اور افراد کے درمیان باہمی تعاون کی بجائے مقابلہ بازی کی ایک ایسی فضا پیدا کرتی ہے جو انسانی رشتوں کو کمزور کر دیتی ہے۔
- جب دولت چند ہاتھوں میں منجمد ہو جاتی ہے، تو اس کے سماجی و معاشی اثرات نہایت بھیانک ہوتے ہیں۔ اس سے معاشرہ دو واضح طبقات (امیر اور غریب) میں تقسیم ہو جاتا ہے، جس کے نتیجے میں "امیر امیر تر اور غریب غریب تر" ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہ معاشی ناہمواری نہ صرف غربت میں اضافہ کرتی ہے بلکہ معاشرے میں جرم، مایوسی اور احساسِ محرومی کو جنم دیتی ہے۔

(2) سود کی فکری حیثیت اور اس کے ہمہ گیر سماجی و معاشی اثرات

سود ایک ایسی چیز ہے کہ جس میں صرف بعض طبقات ہی نفع اٹھا سکتے ہیں۔ سود ایک غیر منصفانہ نظام ہے۔ کوئی بھی مدد و تعاون مانگنے والا شخص جب کسی سے قرض لیتا ہے تو پھر اس سے سود کی مد میں اضافی رقم وصول کر کے اس کی مدد نہیں کی جاتی بلکہ اس کو مزید نقصان پہنچایا جاتا ہے اور اس کو مکمل طور پر محرومیوں کی طرف دھکیل دیا جاتا ہے۔ سود کا یہ

معاشی استحصال براہِ راست سماجی بگاڑ کا باعث بنتا ہے، جس سے معاشرے میں باہمی ہمدردی، ایثار اور اخوت کے جذبے دم توڑ دیتے ہیں اور ان کی جگہ خود غرضی اور مادہ پرستی لے لیتی ہے۔ سود کسی بھی معاشرے کی فلاح و بہبود کے لیے ایک دشمن اور رکاوٹ کا کام کرتی ہے اور انسانی رشتوں میں دراڑیں ڈال کر طبقاتی کشمکش کو فروغ دیتی ہے۔ سودی نظام کبھی بھی معاشرے کی فلاح و بہبود کے لیے کام نہیں کر سکتا بلکہ یہ انفرادی ذہنی تناؤ اور اجتماعی سماجی بے چینی کا سبب بنتا ہے۔ اسلام میں سود کو انتہائی ناپسند قرار دیا گیا ہے اور عالمی مالیاتی بینکاری میں اسی کی بنیاد پر تمام نظام قائم کیا گیا ہے۔

اسلامی بینکاری

اسلام سود کو قطعی حرام قرار دیتا ہے، اور اس سے مکمل پرہیز کرتا ہے۔ سود کی حرمت اور منصفانہ، شریعت کے مطابق مالی نظام کو فروغ دیتا ہے، جہاں سود سے پاک مالی آلات استعمال ہوتے ہیں۔ سود کے معاملہ میں اسلام نے کوئی رعایت نہیں رکھی ہے۔ انتہائی سختی کے ساتھ سود کو حرام قرار دیا گیا ہے نہ صرف یہ کہ سود لینے کو حرام کیا گیا ہے بلکہ سود دینے کو بھی حرام کیا گیا ہے اور نہ صرف یہ کہ سود لینا دینا حرام ہے بلکہ اس کی معاونت کے لیے کسی طرح کی کوئی خدمت پیش کرنا بھی حرام قرار دیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آكِلَ الرِّبَا وَمُؤْكِلَهُ قَالَ قُلْتُ وَكَاتِبَهُ وَشَاهِدَيْهِ قَالَ إِنَّمَا نُحَدِّثُ بِمَا سَمِعْنَا۔[7]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سود کھانے یا کھلانے والے پر لعنت فرمائی۔ کہتے ہیں، میں نے عرض کیا اس کے لکھنے والا اور اس کے گواہ، تو کہا ہم تو وہی بیان کرتے ہیں جو ہم نے سنا۔"

پس کسی طرح بھی سود کے معاملہ میں کوئی کردار ادا کیا گیا ہے اس پر لعنت کی گئی ہے۔ یعنی اسے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکت سے دنیا و آخرت دونوں میں دور کر دیا گیا ہے۔ صرف سود لینے اور دینے والا ہی نہیں بلکہ جو کوئی اس سودی کاروبار میں گواہ بنتا ہے اور جو کوئی بھی اس کو تحریر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان تمام پر لعنت کر دی گئی ہے۔ یہ بہت بڑی سختی ہے۔ جو سود کے بارے میں اسلام کے اندر دکھائی گئی ہے۔

غیر سودی بینکاری کے معاشی و سماجی اثرات

- سودی نظام کو رد کرنے سے ایک منصفانہ مالی نظام قائم کیا جا سکتا ہے۔ اس معاشی تبدیلی کا سب سے بڑا سماجی اثر یہ ہے کہ معاشرے میں استحصالی رویوں کا خاتمہ ہوتا ہے اور عدل و انصاف پر مبنی ایک پائیدار سماجی ڈھانچہ تشکیل پاتا ہے۔
- قرض وغیرہ کی صورت میں تعاون اور مدد مانگنے والے کو قرضِ حسنہ دے کر صحیح معنوں میں اور حقیقی بنیادوں پر مدد فراہم کی جا سکتی ہے۔ یہ عمل جہاں معاشی بوجھ کم کرتا ہے وہیں معاشرے میں باہمی اخوت اور ہمدردی کے جذبات کو فروغ دیتا ہے، جس سے ضرورت مند افراد کا سماجی وقار محفوظ رہتا ہے۔
- دولت سمٹ کر چند ہاتھوں میں جمع نہیں ہو سکتی ہے، جس کا معاشی فائدہ دولت کی منصفانہ تقسیم ہے جبکہ سماجی طور پر یہ طبقاتی تفریق کو ختم کر کے معاشرتی برابری کا ضامن بنتا ہے۔
- غیر سودی قرضوں سے معاشرے کے ضرورت مند طبقات کو تقویت پہنچائی جا سکتی ہے۔ یہ طریقہ کار معاشی پسماندگی کو دور کرنے کے ساتھ ساتھ محروم طبقات میں خود اعتمادی پیدا کر کے انہیں معاشرے کا ایک باعزت اور متحرک حصہ بناتا ہے۔

سود کو ایک بنیادی مالیہ کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے اور اسے قانونی اور اقتصادی طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ سودی نظام پر مبنی ہے، جہاں سود کو معاشی سرگرمی کا مرکزی جز سمجھا جاتا ہے۔ عالمی مالیاتی ادارے سودی نظام کے بغیر کام ہی نہیں کرتے ہیں۔ ان کی کوئی تجارت اور کاروبار یا لین دین سود کے بغیر نہیں ہو رہا ہے۔ ان کے ساتھ جڑے ہوئے دنیا کے تمام نظام اور بینکوں میں سود کو بالکل بنیاد بنا کر پیش کر دیا گیا ہے۔ درج ذیل اقتباس سے واضح ہے:

Interest rate adjustment remains the primary tool for ensuring macroeconomic stability. [8]

"شرحِ سود میں ردوبدل میکرو اکنامک استحکام کو یقینی بنانے کا بنیادی ذریعہ ہے۔"

عالمی مالیاتی ادارے بالکل سود کے بغیر نہیں چلتے ہیں۔ ان کا ہر ہر قدم سودی نظام پر رکھا جاتا ہے۔ جب وہ سودی نظام کو ہی معاشی استحکام کا سبب مانتے ہیں تو پھر کیسے ممکن ہے کہ وہ سود سے دور ہو جائیں۔ ان کا مقصد ہی پیسہ جمع کرنا ہے تو پھر وہ سود یا کسی بھی برے طریقے اور ناجائز طریقے سے بھی پیسہ جمع کرنے سے گریز نہیں کریں گے۔

عالمی مالیاتی نظام کے منفی معاشی و سماجی اثرات

- سودی نظام معاشرے میں معاشی و اقتصادی سطح پر عدم توازن اور بے اعتدالی کو جنم دیتا ہے، جس کا سنگین سماجی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ معاشرے میں بے چینی، مایوسی اور طبقاتی کشمکش بڑھ جاتی ہے جو مجموعی سماجی امن کے لیے خطرہ بنتی ہے۔
- سودی نظام کبھی بھی معاشی استحکام کا سبب نہیں بن سکتا ہے بلکہ یہ تو عدم استحکام اور استحصال بن جاتا ہے، جس کی وجہ سے انسانی ہمدردی اور باہمی تعاون جیسے سماجی اقدار ختم ہو جاتے ہیں اور ان کی جگہ مادیت پرستی اور بے حسی لے لیتی ہے۔ اس سے صرف چند طاقتور اور سرمایہ دار افراد ہی نفع حاصل کر پاتے ہیں، جس سے معاشرے میں دولت کا ارتکاز ہوتا ہے اور عام آدمی معاشی و سماجی طور پر پسماندہ ہو کر بنیادی انسانی حقوق سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔
- سودی نظام امیروں کو ہی امیر کرتا ہے اور غریبوں کو نقصان اور خسارے کے علاوہ کچھ بھی نہیں دیتا، جو کہ سماجی انصاف کے اصولوں کے صریحاً خلاف ہے اور معاشرے میں امیر و غریب کے درمیان ایک ایسی خلیج پیدا کر دیتا ہے جسے پُر کرنا ناممکن ہو جاتا ہے۔

(3) مالی آلات کے استعمال کے معاشی و سماجی اثرات:

کاروبار، تجارت اور باہم لین دین کے لیے کچھ صورتیں مرتب کی جاتی ہیں۔ جن کی مدد سے باہم مالی تعاون بڑھایا جا سکتا ہے اور اس سے معاشرے کے اندر مال و دولت کو گردش دی جا سکتی ہے، اور باہم مالی و معاشی ضرورتوں کو ایک دوسرے سے پورا کیا جا سکتا ہے۔ اس باہمی تعاون کا سب سے مثبت سماجی پہلو یہ ہے کہ افراد کے درمیان دوری ختم ہوتی ہے اور معاشرے میں ایک دوسرے کی مدد کرنے (Mutual Assistance) کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، جو کہ ایک مستحکم سماجی ڈھانچے کی بنیاد ہے۔

یہ مختلف تجارتی صورتیں ہو سکتی ہیں اور انہیں کی بنیادوں پر بینکاری کو قائم کیا جا سکتا ہے۔ لین دین معاشرے کی سب سے اہم ضرورت ہے اس لیے اس کے لیے مناسب اور دو طرفہ منافع پر مبنی کوئی نظام مرتب کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اور اس کے معاشی و اقتصادی حالات پر اثرات بھی پڑتے ہیں۔ سماجی اعتبار سے ایسا نظام افراد میں احساسِ تحفظ پیدا کرتا ہے کیونکہ جب منافع اور نقصان دونوں میں شراکت ہوتی ہے، تو معاشرے میں دولت کی غیر منصفانہ تقسیم اور طبقاتی نفرت کا خاتمہ ہوتا ہے۔

اسلامی بینکاری

اسلامی بینکاری اور مالیاتی نظام میں تجارت اور مالی لین دین کے لیے مشارکہ، مضاربہ، مرابحہ اور سکوک جیسے سود سے پاک مالی آلات استعمال کیے جاتے ہیں۔ یہ تمام ایسے کاروبار ہیں کہ جن سود اور ناجائز منافع خوری سے پاک رکھا گیا ہے۔ ان میں کوئی بھی ایسا کاروبار نہیں ہے کہ جو سود کو سپورٹ کرتا ہو یا معاشرے کے بعض طبقات کو نفع پہنچائے اور زیادہ تر طبقات کو محرومی میں دھکیل دے۔ ان تمام کاروباروں کو تجارت کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰو۔[9]

"اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔"

اسلامی بینکاری میں سود سے پاک تجارت کی تمام شکلیں جاری کی جاتی ہیں اور انہیں روا رکھا گیا ہے کیونکہ ان میں نفع، فائدہ اور خیر خواہی ہے۔

اسلامی تجارتی اصولوں کے معاشی و سماجی اثرات

- اسلامی تجارت کے اصولوں کی رو سے معاشرے کے مختلف طبقات باہم نفع حاصل کرتے ہیں، جس سے معاشرے میں باہمی تعاون کی فضا قائم ہوتی ہے اور طبقاتی دوریوں کا خاتمہ ہو کر ایک ہم آہنگ سماجی نظام وجود میں آتا ہے۔
- ان تمام اسلامی کاروباری شکلوں میں کوئی فریق کسی دوسرے فریق کے حق کو نہیں دبا سکتا ہے، جو کہ سماجی انصاف کی بہترین مثال ہے۔ اس سے معاشرے کے کمزور طبقات میں احساسِ تحفظ پیدا ہوتا ہے اور ان کے بنیادی انسانی و معاشی حقوق محفوظ رہتے ہیں۔
- یہ اسلامی تجارتی صورتیں معاشی اور اقتصادی خوشحالی کو فروغ دینے کے لیے معاون ثابت ہوتی ہیں، جس کا بڑا سماجی فائدہ یہ ہے کہ معاشرہ غربت اور جرائم جیسی برائیوں سے پاک ہو کر ایک خوشحال اور پرامن سماجی اکائی بن جاتا ہے۔
- اسلامی تجارت نے معاشرے میں مالی استحکام کو فروغ دیا ہے اور استحصالی نظام کو رد کر دیا ہے، جس کے نتیجے میں مادہ پرستی کی بجائے اخلاقی اقدار اور انسانی ہمدردی کو فروغ ملتا ہے، جو کسی بھی معاشرے کی اصل روح ہے۔

عالمی نظام

عالمی نظام میں کیونکہ پیسہ ہی بنانا اور جمع کرنا اصل اور بنیادی مقصد رہ گیا ہے تو پھر اس میں اخلاقی اقدار اور انسانیت کے مجموعی نفع و فائدہ کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ اور ایسی پالیسیاں مرتب کی جاتی ہیں کہ جو مخصوص افراد کو فائدہ دیتی ہیں۔ اس لیے عالمی مالیاتی اداروں کے کاروبار زیادہ تر قرضہ جات، بانڈز اور سودی سرمایہ کاری پر مشتمل ہیں۔ موجودہ عالمی مالیاتی نظام کی پالیسیوں اور ان کے اثرات پر بات کرتے ہوئے لکھا گیا ہے:

Interest-based monetary expansion without corresponding real output leads to inflationary pressures, whereas Islamic finance, being asset-backed, maintains a natural balance between money supply and real economy. [10]

"سودی بنیادوں پر پیسے کی افزائش، جب حقیقی پیداوار کے بغیر ہو، تو افراطِ زر کے دباؤ کو جنم دیتی ہے، جبکہ اسلامی مالیات چونکہ حقیقی اثاثوں پر مبنی ہوتی ہے، اس لیے وہ زر کی مقدار اور حقیقی معیشت کے درمیان قدرتی توازن برقرار رکھتی ہے۔"

اسی طرح درج ذیل اقتباس کو ملاحظہ کریں:

Quantitative easing is an unconventional monetary policy where a central bank purchases longer-term securities from the open market to increase the money supply and encourage lending and investment. This policy is typically used when standard interest rate adjustments are insufficient to stimulate the economy. [11]

"مقداری آسانی (کیو ای) ایک غیر روایتی مالیاتی پالیسی ہے جس میں مرکزی بینک مارکیٹ سے طویل مدتی سیکیورٹیز خریدتا ہے تاکہ پیسے کی فراہمی میں اضافہ کرے اور قرضہ دینے اور سرمایہ کاری کو فروغ دے۔ یہ پالیسی عام طور پر اُس وقت استعمال کی جاتی ہے جب روایتی سود کی شرح میں تبدیلی معیشت کو متحرک کرنے کے لیے ناکافی ہو۔"

پس عالمی مالیاتی اداروں میں قرض وغیرہ کو بطور ایک تجارتی آلہ کے استعمال میں لایا جارہا ہے لیکن اسلام اس کو پسند نہیں کرتا ہے۔ قرض ایک مدد اور تعاون ہے کہ جو کسی محتاج کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ قرض ایک ایسا طریقہ تھا کہ جس کو انسانی روایت میں ایک مدد کے ذریعہ کے طور پر رواج دیا گیا اور اس کو متعارف کرایا گیا ہے۔ اسی وجہ سے اسلام میں اسے قرضِ حسنہ کہا جاتا ہے۔ لیکن جدید عالمی مالیاتی اداروں نے اس کو منافع خوری کا ایک ذریعہ اور آلہ بنادیا ہے۔

مروجہ عالمی مالیاتی پالیسیوں کے معاشی وسماجی اثرات

- پیسے کی ایسی افزائش اور بڑھوتری کہ جو حقیقی پیداوار کے علاوہ ہو، معاشرے میں توازن کو بگاڑ دیتی ہے اور افراطِ زر کا سبب بن جاتی ہے۔ اس کا شدید سماجی اثر یہ ہے کہ عام آدمی کی قوتِ خرید ختم ہو جاتی ہے، جس سے معاشرے میں بے چینی، مایوسی اور معاشی عدم تحفظ کا احساس پیدا ہوتا ہے۔
- پیسے کی غیر منصفانہ تقسیم شروع ہو جاتی ہے، جس سے چند افراد مستفید ہو رہے ہوتے ہیں اور نفع حاصل کرتے ہیں جبکہ کثیر افراد محرومیوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یہ معاشی ناہمواری سماجی سطح پر طبقاتی نفرت کو جنم دیتی ہے اور امیر وغریب کے درمیان ایک ایسی خلیج پیدا کر دیتی ہے جو معاشرتی ہم آہنگی کو پارہ پارہ کر دیتی ہے۔
- معاشی استحکام ختم ہو جاتا ہے۔ جب معیشت غیر مستحکم ہوتی ہے، تو اس کا براہِ راست اثر خاندانوں کے سماجی سکون پر پڑتا ہے، معاشی دباؤ کی وجہ سے سماجی رشتوں میں تلخی آتی ہے اور معاشرے میں جرم وبدامنی کی شرح میں اضافہ ہونے لگتا ہے۔

(4) نفع ونقصان میں شراکت کے معاشی وسماجی اثرات:

کسی بھی کاروبار اور تجارتی لین دین کو بہت صاف اور شفاف نظام کے تحت کیا جانا چاہیے۔ مختلف افراد اور فریق کسی کاروبار میں شریک ہوتے ہیں تو ان کو مکمل طور پر ایک دوسرے کے نفع ونقصان میں شریک ہونا چاہیے۔ اس شفافیت کا سب سے بڑا سماجی اثر یہ ہے کہ اس سے معاشرے میں باہمی اعتماد بحال ہوتا ہے اور فریقین کے درمیان دھوکہ دہی کے خدشات ختم ہو جاتے ہیں، جو ایک پرامن معاشرت کی بنیاد ہے۔ ان میں کوئی بھی نفع سے محروم نہ رکھا جائے اور نہ ہی کوئی نقصان اور خسارے سے بھاگے۔ ایک شفاف تجارتی نظام کی یہی خوبصورتی ہو سکتی ہے۔ سماجی طور پر یہ اصول عدل واحسان کی تصویر پیش کرتا ہے، جہاں کوئی بھی طاقتور فریق کسی کمزور کا استحصال نہیں کر پاتا، جس کے نتیجے میں معاشرے میں سماجی انصاف قائم ہوتا ہے اور طبقاتی نفرت کا خاتمہ ہوتا ہے۔ اسلامی نظام مالیات میں تجارت میں اس اصول کو بہت اہمیت دی جاتی ہے لیکن جدید عالمی مالیاتی نظام میں اس اصول کو نظر انداز کرنے سے ایک طرح کی غیر موزونیت کی صورت پیدا ہوتی ہے۔ اسلامی بینکاری کے تحت فریقین کی منافع اور خسارہ دونوں کی شریک داری ہوتی ہے، جو شراکت داری کے اصولوں پر مبنی ہوتی ہے۔ اس شراکت داری کا معاشی فائدہ تو دولت کی گردش ہے، لیکن اس کا سماجی پہلو یہ ہے کہ یہ لوگوں کو "اجتماعی ترقی" کی طرف راغب کرتی ہے اور معاشرے میں انفرادی مفاد کی بجائے اجتماعی بہبود کا جذبہ پروان چڑھاتی ہے، جو کسی بھی قوم کے سماجی استحکام کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔

اسلامی بینکاری

اسلامی بینکاری کے تحت فریقین کی منافع اور خسارہ دونوں کی شریک داری ہوتی ہے، جو شراکت داری کے اصولوں پر مبنی ہے۔ کوئی بھی شخص جو تجارت میں کسی کے ساتھ مشارکہ یا مضاربہ کرتا ہے تو اس کو مکمل طور پر نفع ونقصان کے اندر شامل ہونا پڑتا ہے۔ ان میں سے اسلام کسی ایک کو نفع سے محروم نہیں رہنے دیتا ہے بلکہ سب کو برابر نفع پہنچانے کی تلقین کی جاتی ہے بالکل اسی طرح جب ان میں نقصان پہنچ آئے تو اس کو بھی برابر تقسیم کیا جاتا ہے۔ ہدایہ میں مضاربہ کے بارے میں ہے:

ولا تصح الا بالمال الذی تصح بہ الشرکہ [12]

"اور مضاربہ صحیح نہیں ہوتا مگر اسی مال کے ساتھ کہ جس میں شرکت صحیح ہو سکتی ہے۔"

ایسے مال کے ساتھ مضاربہ کیا جائے گا کہ جس میں شرکت صحیح طرح سے قائم کی جاسکتی ہو۔ شرکت میں نفع و نقصان دونوں شامل ہوتے ہیں۔ پس مضاربہ اسی صورت میں درست ہے کہ جب نفع و نقصان میں شرکت ہو۔ اور اس کے علاوہ مختلف صورتحال میں مضاربہ کے بارے میں کنزالدقائق میں یہ بھی ہے:

والمضارب امین، و بالتصرف وکیل، و بالربح شریک، و بالفساد اجیر۔[13]

"اور مضارب (دوسرے کا مال لے کر تجارت کے لیے جانے والا مال کا) امین ہوتا ہے اور مال میں تصرف کرنے میں وکیل ہوتا ہے اور نفع میں شریک ہوتا ہے اور کسی فساد و آفت وغیرہ کی صورت میں اسے اجرت دی جاتی ہے۔"

یعنی مضارب کو اس کا نفع دیا جائے گا اگر کسی آفت اور فساد کی صورت میں مال ضائع ہو جائے تو اس کو اجرت دی جائے گی یعنی وہ نقصان سرمایہ کار کے حق میں رکھا جائے گا۔

اسلامی نظامِ مضاربت کے معاشی و سماجی اثرات

- باہم شراکت داری قائم کرتے ہوئے کاروبار کرنے سے تجارت اور مالی لین دین کو فروغ ملتا ہے، اس سے دولت کی گردش میں بھی بڑھوتری ہوتی ہے۔ سماجی نقطہ نظر سے یہ عمل معاشرے کے مختلف طبقات کو ایک دوسرے کے قریب لاتا ہے اور باہمی تعاون کی بنیاد پر ایک مضبوط معاشرتی ڈھانچہ تشکیل دیتا ہے۔
- اس کاروبار سے دونوں فریق نفع حاصل کرتے ہیں، جس کا معاشی فائدہ تو خوشحالی ہے، لیکن اس کا سماجی اثر یہ ہے کہ معاشرے میں کسی ایک طبقے کی اجارہ داری ختم ہوتی ہے اور دولت کی تقسیم میں انصاف آنے سے طبقاتی خلیج کم ہو جاتی ہے۔
- مضاربت کے اس منصفانہ کاروبار سے اعتبار اور اعتماد کو فروغ ملتا ہے اور اس سے تجارت کو فروغ ملتا ہے، جس سے معاشرے میں امانت داری اور دیانت جیسی اخلاقی اقدار پروان چڑھتی ہیں اور لوگوں کا ایک دوسرے پر اعتماد بحال ہوتا ہے، جو کہ سماجی استحکام کی بنیاد ہے۔
- مضاربت کے اس نظام سے یقینی طور پر معاشی و اقتصادی فلاح و بہبود کا سفر شروع ہو جاتا ہے۔ اس کا دوررس سماجی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بے روزگاری میں کمی آتی ہے اور جب معاشرے کا ہر فرد معاشی طور پر فعال ہوتا ہے، تو معاشرے سے جرائم اور مایوسی کا خاتمہ ہوتا ہے۔

عالمی نظام

عالمی مالیاتی اداروں میں ان صورتوں کا لحاظ نہیں رکھا جاتا ہے۔ صحیح طرح سے نفع و نقصان کو تقسیم نہیں کیا جاتا ہے۔ منافع کا انحصار سودی سود پر ہوتا ہے، خسارہ کا کوئی شریک نہیں ہوتا۔ درج ذیل اقتباس سے واضح ہے:

The interest rate mechanism in modern economies redistributes wealth upward, concentrating income among lenders, whereas profit-and-loss sharing in Islam distributes wealth more equitably across society.[14]

"جدید معیشتوں میں سودی نظام دولت کو اوپر کی سطح پر منتقل کرتا ہے اور آمدنی کو قرض دینے والوں کے درمیان مرتکز کر دیتا ہے جبکہ اسلام کا منافع و نقصان میں شراکت کا نظام دولت کو معاشرے میں زیادہ منصفانہ طور پر تقسیم کرتا ہے۔

اسلامی کا شراکتی کاروبار اور تجارت تمام لوگوں کو برابر کرنے اور ایک دوسرے کے قریب تک پہنچنے میں مدد دیتا ہے۔ لیکن جدید عالمی مالیاتی نظام یہ صلاحیت نہیں رکھتا ہے۔ اسلامی نظامِ شراکت میں سرمایہ دار کو کسی فساد کا ذمہ دار بنایا جاتا ہے اور مضارب کو اجرت دی جاتی ہے لیکن جدید عالمی مالیاتی نظام میں سرمایہ دار کو ہی نفع پہنچایا جاتا ہے۔ جیسا کہ بینکوں کے کاروبار سے واضح ہے کہ وہ ایک مخصوص نفع مقرر کر دیتے ہیں اور ہر حالت میں سرمایہ دار کو نفع پہنچتا ہے۔

مروجہ عالمی مالیاتی نظام کے منفی معاشی وسماجی اثرات

- نفع ونقصان کی صحیح تقسیم نہ ہو پانے سے توازن بگڑ جاتا ہے۔اس کا معاشی اثر یہ ہے کہ دولت کا بہاؤ یکطرفہ ہو جاتا ہے، جبکہ سماجی طور پر یہ نظام معاشرے میں ناانصافی اور بے چینی کو جنم دیتا ہے جس سے اجتماعی امن متاثر ہوتا ہے۔
- جب بینک سرمایہ داروں سے پیسے لیتے ہیں اوران کو ہر حالت میں نفع دینے کے ہی ذمہ دار ہوتے ہیں تو پھر وہ غریب طبقات پر شدت کرتے ہیں یعنی انہوں نے جو ان سرمایہ دار طبقات کو دینا ہوتا ہے اوران کو خسارہ آنے کی حالت میں بھی منافع دینا لازم ہوتا ہے۔اس کا سنگین سماجی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ غریب طبقہ مزید پسماندگی کا شکار ہو جاتا ہے اور معاشرے میں ہمدردی کی بجائے استحصال اور سنگدلی کے جذبات پروان چڑھتے ہیں۔اس سے ان کو خود خسارہ پہنچے گا لیکن وہ اپنے اس خسارے کو پورا کرنے کے لیے معاشرے کے محروم طبقات سے وصولی کرتے ہیں۔ یہ عمل معاشی طور پر محروم طبقات کو دیوالیہ کر دیتا ہے، جبکہ سماجی سطح پر یہ امیر اور غریب کے درمیان نفرت کی دیوار کھڑی کر دیتا ہے اور انسانیت کی خیر خواہی کا جذبہ ختم ہو جاتا ہے۔
- نفع ونقصان کی برابری پر جو بیع اور تجارت نہ ہو وہ خیر خواہی سے محروم رہ جاتی ہے۔ یہ معاشی نااہلی کے ساتھ ساتھ ایک بڑا سماجی المیہ ہے، کیونکہ جب تجارت سے خیر خواہی اور اخلاق نکل جائے تو معاشرہ صرف مادی مفادات کا مجموعہ بن کر رہ جاتا ہے جہاں اخلاقی اقدار کی کوئی جگہ نہیں ہوتی۔

(5) مذہبی اصولوں کی پابندی کے معاشی وسماجی اثرات

انسان کو فطری طور پر آزاد نہیں چھوڑا گیا ہے بلکہ اسے کسی نہ کسی طرح مذہب کا پابند کیا گیا ہے۔ ہمیشہ سے انسان کی فطرت نے اس ضرورت کو محسوس کیا ہے کہ کوئی اس کی مذہبی رہنمائی کرنے والا ہو۔ کوئی ایسی ذات ہو کہ جس کے سامنے یہ خود کو جھکائے رکھے اور اس کو اپنے اوپر بلند وبرتر مانتا ہو۔ اور اس کے احکام اور تعلیمات اور رضا کو اپنے تمام معاملات میں پیشِ نظر رکھتا ہو۔ اس مذہبی پابندی کا معاشی پہلو یہ ہے کہ انسان دولت کے حصول میں حلال وحرام کی تمیز کرتا ہے، جس سے معاشرے میں ناجائز منافع خوری اور دھوکہ دہی کا خاتمہ ہوتا ہے۔ سماجی طور پر یہ اصول انسان کو خود غرضی سے نکال کر ایثار اور تقویٰ کی طرف مائل کرتے ہیں، جس کے نتیجے میں ایک ایسا معاشرہ تشکیل پاتا ہے جہاں لوگ صرف مادی مفادات کے پیچھے نہیں بھاگتے بلکہ انسانی ہمدردی اور اخلاقی اقدار کو اولیت دیتے ہیں۔ یہی وہ مذہبی بنیاد ہے جو اسلامی بینکاری کو ایک محض مالیاتی نظام کی بجائے ایک مکمل انسانی اور سماجی فلاح کا نظام بناتی ہے۔

اسلامی بینکاری

اسلامی نظام میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ شریعتِ مطہرہ کی مکمل تابعداری اور اس کی اتباع کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ پس شریعت کے مطابق ہونے والی مالی سرگرمیوں کو یقینی بنانا اہم ہوتا ہے، جن میں سود سے بچاؤ شامل ہے۔ صرف سود نہیں بلکہ دیگر ہر قسم کے ناجائز اور شرعی طور پر نادرست عوامل کو دور کر دیا جاتا ہے۔ جن میں رشوت ستانی بھی شامل ہے۔ بددیانتی کے کاروبار بھی شامل ہیں۔ اسی طرح ایسی تمام شروط کہ جو فاسد اور باطل ہوں کہ جن کو شریعتِ مطہرہ قبول نہیں کرتی ہے ان کو ناجائز ٹھہرایا جاتا ہے یعنی اسلامی بینکاری میں مکمل طور پر شریعتِ مطہرہ کی اتباع کو ہی مقدم رکھا جاتا ہے۔ اسلامی بینکاری میں تجارت کو اس بنیاد پر فروغ نہیں دیا جاتا ہے کہ یہ معاشرے کی ضرورت ہے بلکہ اس میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت دی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

لَمَّا أُنْزِلَتْ الْآيَاتُ مِنْ سُورَةِ الْبَقَرَةِ فِي الرِّبَا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَسْجِدِ فَقَرَأَهُنَّ عَلَى النَّاسِ ثُمَّ حَرَّمَ تِجَارَةَ الْخَمْرِ۔[15]

"جب سود (اور خمر) کے بارے میں سورت بقرہ کی آیتیں نازل کی گئیں، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد کی طرف تشریف لے گئے اور ان آیتوں کو لوگوں کے سامنے تلاوت فرمایا: پھر آپ نے شراب کی تجارت حرام کر دی۔"

شراب کی تجارت کو بھی تب تک رسول اللہ ﷺ نے حرام نہیں کیا ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم نہیں آگیا ہے یعنی جس عمل کو رسول اللہ ﷺ بچپن سے ناپسند کرتے آرہے تھے اسے بھی اپنی مرضی سے حرام نہیں ٹھہرایا ہے یہاں تک کہ اسلام کے ابتدائی پندرہ سولہ سال تک شراب پی جاتی رہی ہے اور رسول اللہ ﷺ دیکھتے رہے ہیں لیکن اس سے منع نہیں فرمایا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم کا انتظار کیا۔ یعنی اسلامی نظامِ بینکاری میں مکمل طور پر شریعت کے احکام کو ہی مد نظر رکھا جاتا ہے۔

اسلامی بینکاری کے زیرِ اثر مذہبی تعلیمات کی پیروی کے معاشی و سماجی اثرات

- اس نظام کے تحت صرف منافع اور دولت ہی اکٹھی نہیں کی جاتی ہے بلکہ اس میں مذہبی تربیت بھی شامل رہتی ہے۔ اس کا معاشی فائدہ یہ ہے کہ دولت کا حصول حرص کی بجائے انسانی ضرورت کے تابع ہو جاتا ہے، جبکہ سماجی طور پر یہ تربیت افراد میں قناعت پیدا کرتی ہے جس سے معاشرے میں معاشی حسد کا خاتمہ ہوتا ہے۔
- لوگ صرف پیسہ کمانا نہیں سیکھتے بلکہ اس نظام میں اخلاقی و فکری تربیت بھی حاصل کرتے ہیں۔ یہ اخلاقی تربیت معیشت میں دیانتداری کو فروغ دیتی ہے اور سماجی سطح پر ایک ایسے کردار ساز معاشرے کی بنیاد رکھتی ہے جہاں انسان کی قدر اس کے مال سے نہیں بلکہ اس کے اخلاق سے ہوتی ہے۔
- مذہبیتعلیمات میں سب سے زیادہ فلاح و بہبود ہے اس لیے مذہبی تعلیمات کی اتباع سے معاشرہ حقیقی معنوں میں ترقی کرتا اور عروج پاتا ہے۔ اس کا معاشی اثر عوامی فلاح کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، جبکہ سماجی طور پر یہ معاشرے کے تمام طبقات کو ایک لڑی میں پرو دیتا ہے، جس سے معاشرتی یکجہتی پیدا ہوتی ہے۔
- مذہبی تعلیمات کی اتباع سے معاشرے کے کسی فرد کو محرومی کا شکار نہیں ہونا پڑتا ہے۔ یہ معاشی انصاف کا وہ اعلیٰ درجہ ہے جہاں ہر فرد کی بنیادی ضروریات پوری ہوتی ہیں، اور سماجی طور پر یہ محروم طبقات میں احساسِ کمتری کو ختم کر کے انہیں معاشرے کا فعال حصہ بناتا ہے۔
- مذہبی تعلیمات نہ صرف دنیا کو بہتر بناتی ہیں بلکہ آخرت بھی سنوارتی ہیں۔ سماجی و معاشی طور پر آخرت کا تصور انسان کو جوابدہی کا احساس دلاتا ہے، جس کی وجہ سے وہ معاملات میں شفافیت برقرار رکھتا ہے اور معاشرہ بے راہ روی سے بچ جاتا ہے۔
- مذہبی تعلیمات سے بندے کا خالق سے تعلق مضبوط ہوتا ہے۔ نفسیاتی اور سماجی طور پر یہ تعلق انسان کو سکون فراہم کرتا ہے اور اسے معاشی دباؤ یا ناکامی کی صورت میں مایوسی کا شکار نہیں ہونے دیتا، جس سے معاشرے میں خودکشی اور ڈپریشن جیسے مسائل کم ہوتے ہیں۔
- مذہبی تعلیمات کی روشنی میں انسان آخرت کی بہتری، اللہ کے سامنے جوابدہ ہونے کی فکر اور اجر و ثواب پانے کی نیت سے بددیانتی اور دھوکہ بازی سے باز رہتا ہے۔ اور اس طرح تجارت کو حقیقی فلاحی فروغ ملتا ہے۔ یہ نیت معیشت کو کرپشن سے پاک کرتی ہے اور سماجی سطح پر اعتماد اور خیر خواہی کی فضا قائم کرتی ہے۔

عالمی نظام

عالمی مالیاتی نظام کو مذہبی تعلیمات سے سروکار ہیں نہیں ہے۔ ان کے ہاں مذہبی اصولوں کا کوئی خاص خیال نہیں رکھا جاتا۔ ان کے نزدیک صرف دولت بڑھانا ہی اصل مقصد ہے۔ مالی اور مادی ضروریات کو پورا کرنا اور ان کے لیے کام کرتے رہنا ہی اصل کام ہے۔ اس کے لیے کچھ کرنا پڑے وہ کر گزرنا ان کے نزدیک درست اور مناسب ہے۔ اس کے لیے مذہب کی تعلیمات کو توڑ کاوٹ سمجھا جاتا ہے۔ عالمی مالیاتی اداروں کے نظامِ معیشت کے حوالہ سے درج ذیل اقتباس ملاحظہ ہو:

Central banks, under the guidance of institutions like the BIS, use interest rate mechanisms as the primary tool for controlling inflation, disregarding the ethical or social implications of such policies. [16]

"مرکزی بینک، BIS جیسے اداروں کی ہدایت میں، افراطِ زر پر قابو پانے کے لیے شرحِ سود کے نظام کو بنیادی آلہ کے طور پر استعمال کرتے ہیں، جبکہ ان پالیسیوں کے اخلاقی اور سماجی اثرات کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔"

پس ان کے ہاں صرف منافع اصل حیثیت اور قیمت رکھتا ہے۔ اخلاقی بھلائی اور مذہبی تعلیمات کی رعایت کو بالکل نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

مروجہ عالمی مالیاتی نظام کے منفی معاشی وسماجی اثرات

- اس نظام کے تحت لوگ صرف دنیاوی مقاصد اور مادی ضرورتوں کے پیچھے بھاگتے رہ جاتے ہیں اور اپنی آخرت کو سنوارنے کی فکر بھول جاتے ہیں۔ معاشی طور پر اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ سارا زور صرف دولت کی گردش اور مادی ترقی پر ہوتا ہے، جبکہ سماجی سطح پر سکونِ قلب رخصت ہو جاتا ہے اور معاشرہ نفسیاتی تناؤ اور بے مقصدیت کا شکار ہو جاتا ہے۔
- جب مادی مفادات ہی سب کچھ رہ جائیں تو پھر باہم ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبات کمزور پڑ جاتے ہیں۔ اس کا سماجی نقصان یہ ہے کہ انسانی رشتے کمزور ہو جاتے ہیں اور لوگ ایک دوسرے کی مدد کی بجائے صرف اپنے مفاد کو دیکھتے ہیں، جس سے معاشی تعاون(Economic Cooperation) کی جگہ سخت مقابلہ بازی اور استحصال لے لیتا ہے۔
- مذہبی تعلیمات سے روگردانی معاشرے کو مجموعی طور پر گراوٹ اور تنزلی کا شکار کر دیتی ہے۔ یہ تنزلی معاشی معاملات میں بددیانتی اور کرپشن کو جنم دیتی ہے، جبکہ سماجی طور پر یہ معاشرتی اخلاق کی پستی کا باعث بنتی ہے جہاں حقدار کا حق مارا جاتا ہے اور معاشرہ انصاف سے محروم ہو جاتا ہے۔

(6) حکومتی کردار اور معاشرتی وسماجی اثرات

معاشرے کی فلاح و بہبود کے لیے ضروری ہے کہ حکومت کی مداخلت رہے۔ حکومتوں کا قیام ہوتا ہی اسی مقصد کے لیے ہے کہ لوگ ایک نظم میں جڑے رہیں اور حکومت لوگوں کو ان کے حقوق دلوائے۔ اگر حکومت بے دخل ہو جائے تو پھر لوگوں کو ان کے حقوق نہیں مل پاتے۔ مالی لین دین ہو یا کوئی دوسرا معاشرتی معاملہ ہو، حکومت و ریاست کو مداخلت اور نگرانی کرنا ضروری ہوتا ہے اس کے بغیر معاشرہ فسادات کا گہوارہ بن جاتا ہے اور بے اعتدالیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ معاشی نقطہ نظر سے حکومت کی یہ نگرانی مارکیٹ میں اجارہ داری(Monopoly) کو ختم کرتی ہے اور دولت کی منصفانہ تقسیم کو یقینی بناتی ہے۔ سماجی طور پر جب ریاست اپنا فعال کردار ادا کرتی ہے، تو عوام میں تحفظ کا احساس پیدا ہوتا ہے، جس سے معاشرے میں جرائم کی شرح کم ہوتی ہے اور سماجی انصاف(Social Justice) کی بنیاد پڑتی ہے۔ اس کے برعکس، جب حکومت معاشی معاملات سے لاتعلق ہو جائے تو صرف طاقتور طبقہ ہی نفع سمیٹتا ہے اور عام شہری معاشی و سماجی پسماندگی کا شکار ہو جاتا ہے۔

اسلامی بینکاری

اسلامی نظام میں حکومت کو بالکل مرکزی حیثیت دی جاتی ہے۔ حکومتی سطح پر شرعی اصولوں کے مطابق نگرانی اور ضوابط کا نفاذ ہوتا ہے تاکہ کسی قسم کی بددیانتی سے لوگوں کو تحفظ دیا جا سکے اور مکمل شفاف نظام قائم کیا جائے۔ پس اسی وجہ سے اسلامی نظام میں ہر کام کو مکمل نگرانی کے تحت نبھایا جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں:

قال رسول اللہ ﷺ: ألا كلكم راع وكلكم مسؤول عن رعيته فالإمام الذي على الناس راع وهو مسؤول عن رعيته والرجل راع على أهل بيته وهو مسؤول عن رعيته والمرأة راعية على بيت زوجها وولده وهي مسؤولة عنهم وعبد الرجل راع على مال سيده وهو مسؤول عنه ألا فكلكم راع وكلكم مسؤول عن رعيته۔[17]

"رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" خبردار تم میں سے ہر شخص اپنی رعیت کا نگہبان ہے اور (قیامت کے دن) تم سے ہر شخص کو اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہ ہونا پڑے گا، لہٰذا امام یعنی سربراہِ مملکت و حکومت جو لوگوں کا نگہبان ہے اس کو اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہی کرنا ہو گی، مرد جو اپنے گھر والوں کا نگہبان ہے اس کو اپنے گھر والوں کے بارے میں جواب دہی کرنا ہو گی عورت جو اپنے خاوند کے گھر اور اس کے بچوں کی نگہبان ہے، اس کو ان کے حقوق کے بارے میں جواب دہی کرنی ہو گی اور غلام مرد جو اپنے مالک کے مال کا نگہبان ہے اس کو اس کے مال کے بارے میں جواب دہی کرنا ہو گی لہٰذا آگاہ رہو! تم میں سے ہر ایک شخص نگہبان ہے اور تم میں سے ہر ایک شخص اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہ ہو گا۔" (بخاری و مسلم)

تشریح: "رعیت" اس چیز کو کہتے ہیں جو نگہبان کی حفاظت و نگرانی میں ہو چنانچہ کسی ملک کے باشندوں کو اس ملک کے حکمران کی رعیت اور رعایا اسی لئے کہا جاتا ہے کہ وہ سب حکمران کی حفاظت و نگرانی میں ہوتے ہیں اور اسی اعتبار سے حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ اپنی اپنی جگہ پر ہر شخص نگہبان ہے کہ مرد کے لئے گھر والے اس کی رعیت ہیں، عورت کے لئے خاوند کا گھر بار اور اس کے بچے اس کی رعیت ہیں اور غلام کے مالک کا مال اس کی رعیت ہے۔"

اسلامی نظام کسی بھی کاروبار یا لوگوں کے باہم معاملات کو آزاد نہیں چھوڑتا بلکہ اس کو مکمل طور پر نگرانی کے تحت مکمل کیا جاتا ہے۔ معاشرے کے بعض افراد کو نگران مقرر کیا گیا ہے۔ حکومت پوری ریاست کی سب سے بڑی سربراہ، سرپرست اور نگران ہوتی ہے۔ اس لیے اس پر لازم ہے کہ وہ لوگوں کے معاملات کی نگرانی کرے اور ان کے درمیان کسی قسم کی بددیانتی کو دخل اندازی نہ کرنے دے۔

اسلامی نظام میں حکومتی نگرانی کے معاشی و سماجی اثرات

- حکومتی نگرانی میں بددیانتی سے پاک اور شفاف تجارت چلتی ہے۔ معاشی طور پر اس کا فائدہ یہ ہے کہ مارکیٹ میں سرمایہ کاروں کا اعتماد بحال ہوتا ہے اور کاروبار میں برکت آتی ہے، جبکہ سماجی طور پر یہ شفافیت معاشرے میں دیانتداری کے کلچر کو عام کرتی ہے جس سے لوگوں کے درمیان باہمی بھروسہ بڑھتا ہے۔
- لوگوں کو ان کے حقوق حکومت کی سرپرستی میں دلوائے جاتے ہیں اور کوئی کسی کے حق کو غصب نہیں کر سکتا ہے۔ اس کا سماجی اثر یہ ہے کہ معاشرے سے ظلم اور استحصال کا خاتمہ ہوتا ہے اور ہر شہری خود کو محفوظ تصور کرتا ہے، جبکہ معاشی طور پر یہ عمل دولت کو چند ہاتھوں میں مرکوز ہونے سے روکتا ہے اور غریب طبقے کو بھی معاشی ترقی کے مواقع فراہم کرتا ہے۔
- حکومتی سرپرستی میں بہتر پالیسیوں کے ساتھ تجارت کو زیادہ بہتر بنایا جاسکتا ہے جو کہ انفرادی طور پر ممکن نہیں ہے۔ یہ معاشی استحکام کا باعث بنتا ہے کیونکہ ریاست بڑے پیمانے پر ایسے منصوبے شروع کر سکتی ہے جو انفرادی تاجر کے بس میں نہیں ہوتے، اور سماجی سطح پر اس کا نتیجہ مجموعی قومی خوشحالی اور معیارِ زندگی کی بہتری کی صورت میں نکلتا ہے۔

عالمی نظام

عالمی مالیاتی نظام کے تحت حکومتی مداخلت محدود یا غیر موجود ہوتی ہے، اور مارکیٹ فورسز کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔ بلکہ اکثر اوقات تو منڈیوں کو آزاد کر دیا جاتا ہے۔ جدید دور میں تو یہ رواج بھی فروغ پاتا جا رہا ہے کہ مختلف ذمہ داریوں سے حکومت سبکدوش ہونا شروع ہو گئی ہے اور اپنی ذمہ داریوں کی نجکاری کر دی جاتی ہے۔ جیسا کہ اس اقتباس میں بتایا گیا ہے:

Privatization and deregulation are essential to enhance efficiency and attract foreign investment. [18]

"نجکاری اور ضابطہ بندی میں کمی، کارکردگی میں بہتری اور غیر ملکی سرمایہ کاری کے فروغ کے لیے ناگزیر ہیں۔"

اس طرح موجودہ عالمی مالیاتی اداروں نے یہ طریقہ متعارف کرایا ہے کہ حکومتیں مختلف ذمہ داریوں اور اداروں کی نجکاری کر کے خود اس سے بری ہو جائیں۔

عالمی مالیاتی نظام (نجکاری و عدم مداخلت) کے معاشی و سماجی اثرات

- جب کسی معاشرے سے حکومتی سرپرستی ختم ہو جاتی ہے یا کمزور پڑ جاتی ہے تو پھر استحکام، توازن اور اعتدال کی تمام صورتیں بگڑ جاتی ہیں۔ اس کا سماجی نقصان یہ ہے کہ معاشرے میں بے چینی اور عدم تحفظ کا احساس پیدا ہوتا ہے، جس سے سماجی توازن بگڑ جاتا ہے۔
- طاقتور طبقات مفاد پرستی میں سب کچھ کرنے میں آزاد ہو جاتے ہیں۔ معاشی طور پر اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مارکیٹ میں اجارہ داری قائم ہو جاتی ہے اور سرمایہ دار طبقہ غریب کا استحصال کرنے لگتا ہے۔

- نجکاری اور حکومتی سرپرستی ختم ہو جانے کی صورت میں تجارت، صنعت وغیرہ کو بڑھوتری مل سکتی ہے لیکن اس کا فائدہ صرف اس مخصوص طبقے کو ہی پہنچتا ہے جبکہ عوامی سطح پر محرومی ہوتی ہے۔ یہ عمل معاشرے میں معاشی ناہمواری پیدا کرتا ہے، جس سے دولت صرف ایک خاص طبقے تک محدود رہ جاتی ہے اور عام عوام معاشی طور پر پیچھے رہ جاتے ہیں۔

اسلامی اور عالمی مالیاتی اداروں کی مالی اور زری پالیسیوں کا مطالعہ کیا جائے تو یہ حقائق واضح ہو جاتے ہیں کہ عالمی مالیاتی اداروں کی پالیسیاں معاشرے میں عدم استحکام کو فروغ دیتی ہیں۔ استحصال کا سبب بنتی ہیں۔ معاشرے کے کمزور طبقات کو مزید کمزور کر دیتی ہیں۔ امیر امیر تر ہوتے چلے جاتے ہیں اور غریب غریب تر ہو جاتے ہیں۔ جبکہ اسلامی مالیاتی نظام اور بینکاری کے تحت توازن، اعتدال اور استحکام پیدا ہوتا ہے۔

خلاصہ بحث

اس تحقیقی مطالعہ سے یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ موجودہ دور میں معیشت صرف انسانی ضروریات پوری کرنے کا ذریعہ نہیں رہی بلکہ عالمی طاقت اور اثر و رسوخ کا اہم ہتھیار بن چکی ہے۔ عالمی مالیاتی ادارے دوسری عالمی جنگ کے بعد دنیا کی معاشی تنظیم نو کے لیے قائم کیے گئے، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ انہوں نے عالمی معیشت اور کمزور ممالک کی اقتصادی پالیسیوں پر گہرا اثر قائم کر لیا۔ اگرچہ ان اداروں کا دعویٰ غربت کے خاتمے، ترقی اور فلاحی خدمات کے فروغ کا ہے، تاہم عملی طور پر ان کی پالیسیاں زیادہ تر مادی مفادات اور سرمایہ کے تحفظ کے گرد گھومتی ہیں۔

اس کے برعکس اسلامی اقتصادی نظام معیشت کو صرف دولت کے حصول تک محدود نہیں رکھتا بلکہ اسے اخلاقیات، عدلِ اجتماعی اور روحانی اقدار کے ساتھ جوڑتا ہے۔ اسلامی بینکاری سود سے پاک نظام پیش کرتی ہے جس کا مقصد دولت کی منصفانہ تقسیم اور معاشرتی فلاح ہے، جبکہ عالمی مالیاتی نظام سودی بنیادوں پر قائم ہونے کی وجہ سے معاشی عدم توازن، قرضوں کے بوجھ اور کمزور ممالک کے انحصار میں اضافے کا سبب بنتا ہے۔

تحقیق سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ عالمی مالیاتی اداروں کے قرضے اکثر سخت معاشی شرائط کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں جن کے نتیجے میں ٹیکسوں میں اضافہ، مہنگائی اور غربت میں اضافہ دیکھنے میں آتا ہے۔ اس کے مقابلے میں اسلامی اقتصادی اصول معاشی انصاف، باہمی تعاون اور انسانی بھلائی کو ترجیح دیتے ہیں، جس سے ایک متوازن اور پائیدار معاشی و سماجی نظام کی تشکیل ممکن ہو سکتی ہے

حوالہ جات:

1. نجات اللہ صدیقی، غیر سودی بینک کاری (دہلی: مکتبہ جماعت اسلامی ہند، 1969)۔

Najātullāh Ṣiddīqī, Ghair Sūdī Bank Kārī (Dihli: Maktabah Jamāʿat-i Islāmī Hind, 1969).

2. نجات اللہ صدیقی، اسلام کا نظریہ ملکیت، جلد 1 (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز پرائیویٹ لمیٹڈ، 1984)۔

Najātullāh Ṣiddīqī, Islām kā Nazariyah-e Milkīyat, jild 1 (Lāhaur: Islamic Publications Private Limited, 1984).

3. محمد تقی عثمانی، غیر سودی بینک کاری (کراچی: مکتبہ معارف القرآن، 2003ء).

Muḥammad Taqī ʿUsmānī, Ghair Sūdī Bank Kārī (Karāchī: Maktabah Maʿārif al-Qurʾān, 2003).

4. Muhammad Umer Chapra, Islam and the Economic Challenge (Leicester, UK: The Islamic Foundation, 1992), 57.

5. القرآن، الحشر، 59:07۔

al-Qurʾān, al-Ḥashr, 59:07.

6. Zamir Iqbal and Abbas Mirakhor, An Introduction to Islamic Finance: Theory and Practice (Singapore: John Wiley & Sons (Asia) Pte Ltd, 2007), 6/355.

Zamir Iqbal & Abbas Mirakhor, An Introduction to Islamic Finance: Theory and Practice (Singapore: John Wiley & Sons (Asia) Pte Ltd, 2007), p. 6/355.

7. مسلم بن الحجاج، الجامع الصحیح (صحیح مسلم) (بیروت: دار الکتب العلمیہ)، رقم الحدیث: 1599۔

Muslim ibn al-Ḥajjāj, al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ (Ṣaḥīḥ Muslim) (Bayrūt: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, n.d.), ḥadīth no-.1599 .

8. آئی ایم ایف، پالیسی پیپر: ایمر جنگ اکانومیز میں مانیٹری پالیسی (واشنگٹن ڈی سی: انٹر نیشنل مانیٹری فنڈ، 2023ء)، ص 11۔

IMF, Policy Paper: Monetary Policy in Emerging Economies (Washington, D.C.: International Monetary Fund, 2023), p. 11.

9. القرآن، سورۃ البقرہ، 2:275۔

The Qur'an, Surah Al-Baqarah, 2:275.

10. ایم عمر چپرا، اسلام اینڈ دی اکنامک چیلنج (لیسٹر، برطانیہ: دی اسلامک فاؤنڈیشن، 1992ء)، ص 114۔

M. Umer Chapra, Islam and the Economic Challenge (Leicester, UK: The Islamic Foundation, 1992), p. 114.

11. Bank of England, Quantitative Easing: How It Works (London: Bank of England, 2018).

Bank of Ingland, Kwantitative Izing: How it Wurks (London: Bank of Ingland, 2018).

12. محمد بن أحمد المرغيناني، الہدایہ، کتاب المضاربہ، جلد 3، ص 263۔

Muḥammad ibn Aḥmad al-Marghīnānī, al-Hidāyah, Kitāb al-Muḍārabah, vol. 3, p-.263 .

13. أبو البرکات عبد اللہ بن أحمد النسفي، کنز الدقائق (بیروت: دار البشائر الاسلامیہ، 2011ء)، ص 522۔

Abū al-Barakāt ʿAbd Allāh ibn Aḥmad al-Nasafī, Kanz al-Daqāʾiq (Bayrūt: Dār al-Bashāʾir al-Islāmiyyah, 2011), p. 522.

14. زَمیر اِقبال، عباس میر آخور، انٹروڈکشن ٹو اسلامک فنانس: تھیوری اینڈ پریکٹس (2007ء)۔

Zamir Iqbal and Abbas Mirakhor, Introduction to Islamic Finance: Theory and Practice-.(2007)

15. محمد بن إسماعيل البخاري، الجامع الصحیح (صحیح البخاري) (بیروت: دار الکتب العلمیہ)، رقم الحدیث: 450۔

Muḥammad ibn Ismāʿīl al-Bukhārī, al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ (Ṣaḥīḥ al-Bukhārī) (Bayrūt: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, n.d.), ḥadīth no-.450 .

16. آر۔ ورنر، نیو پیراڈائم ان میکرو اکنامکس (2005ء)۔

R. Werner, New Paradigm in Macroeconomics (2005).

17. مسلم بن الحجاج، الجامع الصحیح (صحیح مسلم)، کتاب الامارۃ، رقم الحدیث: 2453۔

Muslim ibn al-Ḥajjāj, al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ (Ṣaḥīḥ Muslim), Kitāb al-Imārah, ḥadīth no-.2453 .

18. ورلڈ بینک، ڈویلپمنٹ پالیسی ریویو (واشنگٹن ڈی سی: ورلڈ بینک، 2022ء)، ص 19۔

World Bank, Development Policy Review (Washington, D.C.: World Bank, 2022), p. 19.